www.KitaboSunnat.com

قاری رحیم بخش پانی پتی☆

جمع قرآن وتشکیل قراءات کی مختصر تاریخ

قراء پانی پت میں شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا نام نامی غیر معروف نہیں۔ ان کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ متعدد متواتر قراءات میں سے ہر ایک کے بارے میں انہوں نے علیحدہ علیحدہ کتابچے تحریر فرمائے۔ آپ کی یہ کاوش عرب وعجم میں اپنے موضوع پر منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ اس موضوع پر بعض عرب محققین کا شائع ہونے والا تمام کام بنیادی طور پر حضرت قاری صاحب کے اسی کام سے ماخوذ ہے۔ عوامی سطح پر پاکستان میں پانی پتی اسلوب تلاوت کو متعارف کروانے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔ آپ کے سینکڑوں تلامذہ حلقہ ہائے حفظِ قرآن کو عرصہ دراز سے جاری وساری رکھے ہوئے ہیں اور عوامی سطح پر پانی پتی لہجہ وسلسلۂ قراءات کو باقی رکھنے کی بنیاد بنے ہوئے ہیں۔ موصوف رحمہ اللہ کی زیر نظر تحریر ان کی کتاب الخط العثماني في الرسم العثماني سے ایک بحث کا انتخاب ہے۔ حضرت کی بلند بالا شخصیت اور موضوع کی افادیت کے پیش نظر ان کی یہ تحریر ہم رُشد کے صفحات میں شائع کررہے ہیں۔ [ادارہ]

الف: قرآن کی کتابت وتدوین کے تین دور ہیں:

عہد نبوی: جب کوئی آیت یا کئی آیتیں یا کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو آپ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بلا کر لکھوا دیتے تھے اور وہ کسی آیت کو کاغذ کے ٹکڑے پر اور کسی کو ہڈی پر اور کسی آیت کو کھجور وغیرہ کی لکڑی اور کسی کو پتھروں کے ٹکڑوں پر اس طرح مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے اور اس ذریعہ سے تمام قرآن مجید آپ کے زمانے میں ہی محفوظ ہوگیا تھا لیکن اصل دارومدار حفظ پر تھا، یعنی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم بغیر دیکھے ہی پڑھتے تھے اور اپنے سینوں میں قرآن مجید کو محفوظ رکھتے تھے۔

عہد صدیقی: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمع کیا گیا جس کا سبب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے جہاد کیا اور کافی جانیں تلف ہونے کے بعد اس کا وقت آیا اور وہ مارا گیا اور اس جنگ میں پانچ سو کے قریب قرآن مجید کے حفاظ وقراء شہید ہوگئے اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے قراء کے ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے آپ قرآن کو مختلف چیزوں سے نقل کرا کر ایک جگہ جمع کردیجئے انہوں نے فرمایا میں وہ کام کس طرح کروں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خود کیا اور نہ اس کے لئے حکم فرمایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم یہ تو بہتر ہی بہتر ہے بدعت قطعاً نہیں ہے'' اس پر آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ خدمت ان کے سپرد کی۔ آپ نے بھی پہلے بہت اندیشہ ظاہر کیا پھر حضرات شیخین کے اصرار پر کمر ہمت باندھی اور قرآن کو اس کے تمام

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی استاد...... مصنف کتبِ کثیرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف وقراءات سمیت یکجا جمع کر دیا لیکن اس بار بھی تمام قرآن مجید ایک جلد میں جمع نہیں ہوا بلکہ صحیفوں کی شکل میں محفوظ ہو گیا تھا۔ پھر یہ صحیفے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں آئے اوران کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

عہد عثمانی: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پورا قرآن ایک جلد میں بین الدفتین جمع کیا گیا اوراس کی صورت یہ ہوئی کہ قرآن کے پڑھنے والے آپس میں اختلاف کرنے لگے اور جو جملے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر اور مطلب کے طور پر بیان فرمائے تھے بعض نے ان کو بھی قرآن کہنا شروع کر دیا اور ہر ایک یہ کہتا کہ میری قراءت عمدہ تر ہے یہاں تک کہ آذربایجان اور آرمینیہ ۳۰ھ کا جہاد پیش آیا جس میں حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جب موصوف نے قرآن کے الفاظ میں اختلاف والی گفتگو سنی تو گھبرائے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ قرآن کی حفاظت کا انتظام کیجیے ورنہ لوگ تورات وانجیل کی طرح اس میں بھی اختلاف پیدا کر دیں گے اور کچھ مضمون اپنے پاس سے بھی شامل کر دیں گے اس پر آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے صدیقی عہد کے سب صحیفے منگوائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو اس کام پر مقرر کیا کہ پورا قرآن اس دور کے موافق ایک جلد میں نقل کر دیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بار حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کیا تھا اوراس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ان سب کا سردار بنا دیا اس پر ان حضرات نے پورے قرآن کے کئی نسخے تیار کئے جو ایک روایت کے مطابق پانچ اور دوسری کے مطابق آٹھ تھے اور بڑے بڑے شہروں (کوفہ، بصرہ، شام، مکہ، بحرین، یمن) میں ایک ایک نسخہ روانہ فرمایا اور ایک نسخہ مدینے والوں کو عنایت فرمایا اور ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور اسی قرآن کو ''امام'' کہتے ہیں اور حکم دیا کہ ان قرآنوں کے سوا جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے اس کو قیام امن ونظام کی غرض سے جلا دیں یا دفنا دیں اور سب انہی قرآنوں کے موافق پڑھیں اور ان قرآنوں کو صحابہ نے نقطوں اور حرکتوں سے خالی رکھا تھا تاکہ ایک ہی قرآن سے وہ سب قراتیں اور حروف ووجوہ نکل سکیں جو ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھیں اس وقت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے سبب یہ بات ضروری قرار دے دی گئی کہ اب جو شخص بھی قرآن پڑھے یا لکھے وہ اس میں ان مصاحف ہی کی متابعت وموافقت کرے پھر بعد میں قرون اخیرہ میں نقطے اور حرکتیں لگائی گئیں (جن کا تفصیلی بیان بعد میں آئے گا)۔

ب: یاد رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو منسوخ نہیں کیا تھا اس لئے کہ روایت حفص ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں چنانچہ ان کے لئے مجریھا، ھود، ع۴ میں اوراس کے بعد والے الف کا امالہ ہے حالانکہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے اسی طرح فعل کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے اور روایت حفص میں دونوں ہی لغات موجود ہیں اسی طرح ہمزہ ساکنہ کی تحقیق تمیمی لغت ہے وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ آپ نے قریش کے علاوہ باقی تمام لغات ختم نہیں کیے تھے بلکہ تفسیری الفاظ مدرجہ کے ساتھ ساتھ ان لغات کو منسوخ کیا تھا جو غیر فصیح تھے اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً ہذیل کے یہاں حتی کے بجائے عتی اور اسد کے یہاں تعلمون، اعھد وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنوتمیم کے یہاں ردت، ردو میں راء کا کسرہ اور غیر اٰسن کے بجائے غیر یاسن وغیرہ ہے البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط (طریق کتابت) قریشی ہی رکھا تھا جس کی چند وجوہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① پہلے زمانہ میں وسعت ورخصت اور سہولت وآسانی کے لئے قرآن مجید کو سات لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا اس لئے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کی لغت کی تردید وتنقیص شروع کر دی تھی۔

② بعض حضرات نے تفسیری جملے والفاظ بھی شاملِ قراءت کر لئے تھے۔

③ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بناء پر منسوخ التلاوۃ آیات بھی اپنی قراءت میں شامل کر لی تھیں۔

④ دشمنان دین کی کوشش سے کئی من گھڑت الفاظ ومضامین بھی شامل ہو گئے تھے۔

ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ قرآن مجید کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے رسم الخط کے موافق غیر معرب ومنقط (اعراب اور نقطوں کے بغیر) لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اطراف وممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بناء پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر وبیشتر حصہ اسی کے موافق اترا تھا نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق نازل ہوا تھا پھر آسانی ورخصت کی غرض سے دوسری لغات میں پڑھنے کی اجازت ہوگئی تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لئے رکھا گیا کہ ایک ہی قرآن سے مختلف لغات وحروف سبعہ اور منقول قراءات سب کی سب آسانی سے نکل سکیں۔

پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اوران میں بعض اختلافی الفاظ وکلمات منزلہ کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے پھر آپ نے ایک جلد خاص اپنی تلاوت کے لئے رکھ لی اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عنایت کیا اور ایک ایک مصحف کوفہ، بصرہ، شام، بحرین، یمن کی طرف معلمین قراءات سمیت روانہ فرمایا مدنی مصحف کے معلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کوفی کے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ، بصری کے عامر بن قیس رضی اللہ عنہ، شامی کے مغیرہ بن ابی شہاب رحمہ اللہ اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ تھے اور حکم بھیج دیا گیا کہ سب لوگ انہی قرآنوں کے موافق معلمین سے قراءات سیکھیں۔ پس ہر شہر والوں نے اپنے اپنے مصحف کے موافق پڑھا اور ہر مصحف کی قراءت کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے اورانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

مصاحف عثمانیہ کی تاریخ مصحف مدنی

مصاحف عثمانیہ کا جو نسخہ مدینہ میں رکھا گیا وہ تاحین حیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور وہاں سے اندلس پہنچا۔

وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت ''فاس'' میں پہنچا (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ پہنچا۔ جنگ عظیم اوّل میں فخری پاشا گورنر مدینہ اس کو دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا جہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی

مکی نسخہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ میں رہا محمد بن جبیر اندلسی رحمہ اللہ نے ۵۷۹ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں انہوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا آپ کی زیارت غالباً انیسویں صدی کے آخر میں تھی کشاف المهدي نمبر ۱۵۷ میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خان ۱۸۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تخت نشین ہوئے اور تقریباً تیس برس تک انہوں نے حکومت کی ان کے زمانے میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔

مصحف شامی

احمد مقری مؤرخ نے ۷۲۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر سلاطین بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا اہل قرطبہ نے سلطان عبدالمومن کو دیا عبدالمومن کے حکم سے ابن بشکوال نے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا یہ منتقلی ۱۱ شوال ۵۵۲ھ کو ہوئی ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس رہا اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمستان پر فوج کشی کی اور مارا گیا اسی فوج کشی میں وہ گم ہوگیا لیکن پھر تلمستان کے شاہی خزانہ میں پہنچا وہاں سے ایک تاجر خرید کر فارس لایا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف بصری

یہ نسخہ کتب خانہ خدیو جو مصر میں ہے وہاں موجود رہا اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خریدا۔

مصحف یمنی

کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

مصحف بحرین

فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مصحف کوفی

کتب خانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تین مصاحف اور ہیں جن میں سے مصحف عثمانی دوم جامع سیدنا حسین رضی اللہ عنہ قاہرہ میں ہے اور مصحف عثمانی سوم جامعہ ملیہ دہلی میں موجود تھا اگر ہنگامہ تقسیم ہندوستان میں تلف نہ ہوا ہو تو موجود ہوگا۔ مصحف چہارم انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں موجود ہے اس پر لکھا ہوا ہے ''کتبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' یہ نسخہ میجر روانس کو ملا اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیا اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں اور فی صفحہ ۱۶ سطریں ہیں۔

قرآن کے اعراب، نقطے، خموس واعشار، اجزاؤ منازل، رکوعات وغیرہ

اسلام سے پہلے اہل عرب میں حرکات اور نقطے مشہور نہ تھے بلکہ وہ اپنے قدرتی وفطرتی ملکہ وطبعی محاورہ کے زور سے اعراب وغیرہ صحیح طور پر ادا کرلیا کرتے تھے پھر جب اسلام خوب پھیل گیا اور عرب کا عجم سے اختلاط ہوا تو عرب وعجم دونوں کی تلاوت میں خطا اور غلطی واقع ہونے لگی اس لئے علماء نے حرکتوں اور نقطوں کی علامات مقرر کر دیں تا کہ غلطی سے بچاؤ ہوجائے۔ چنانچہ اعراب کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں زیاد بن سمیہ (جو بصرہ کے والی تھے۔انہوں) نے یہ حالت دیکھ کر ابوالاسود ۶۹ھ (شاگرد حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ تلاوت وزبان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کیلئے چند علامات (اعراب سے متعلق) وضع کردیں۔آپ نے اس درخواست کو قبول نہ کیا زیاد نے یہ تدبیر کی کہ اپنے ملازمین میں سے ایک شخص سے کہا کہ تم الاسود کے دروازے پر بیٹھ جاو اور جان بوجھ کر قرآن غلط سلط پڑھنا شروع کردو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یوں پڑھا "إِنَّ اللهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُوْلِهِ" (لام اورھاء کے زیر سے) کہ خدا تعالیٰ اہل شرک اور اپنے رسول دونوں ہی سے بیزار ہیں (معاذ اللہ) ابوالاسود نے جو یہ سنا تو نہایت بے تابی سے کہا خدا تعالیٰ اپنے رسول کی بیزاری سے بری اور پاک ہے پھر آپ فوراً زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے تمہاری درخواست قبول کرلی میرا خیال ہے کہ عربیت میں ایک کتاب بناؤں جس کے ذریعے عوام وخواص سب کے سب اس خرابی کی درستی کرلیں جوان کے کلام میں رونما ہوگئی ہے اور سب سے پہلے قرآن کے اعراب لگاؤں اس لئے آپ میرے پاس کاتب بھیج دیں زیاد نے ابوالاسود کے پاس تیس کاتب بھیجے جن میں سے ایک کو آپ نے منتخب کرلیا اور اس سے کہا کہ اپنے ساتھ مصحف اور سیاہی کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی رکھ لو پس جہاں میں زبر پڑھوں وہاں (اس دوسرے رنگ سے) ایک نقطہ حرف کے اوپر اور جہاں زیر پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کے نیچے لگا دینا اور جہاں پیش پڑھوں وہاں ایک نقطہ حرف کی اگلی جانب میں یا اس کے درمیان میں لگا دینا۔مثلاً الحمد لله اور غنہ (تنوین) کے موقع پر دودو نقطے لگا دینا (جن میں سے ایک حرکت کا ہوگا اور دوسرا تنوین کا) پھر اگر یہ تنوین والا کلمہ کسی ایسے کلمہ کے ساتھ مل کر آئے جس کے شروع میں حرف حلقی ء، ہ، ع، ح، غ، خ میں سے کوئی ہو تو دونوں نقطوں کو ملا دینا مثلاً عذاب، أليم، ولكل قوم، هاد، سميع، عليم، لعلى، حكيم، لعفو، غفور، عليم، خبير تاکہ بُعد اور اظہار کا پتہ چل جائے اور اگر تنوین والے کلمے کے متصل راء، لام، میم، نون میں سے کوئی آرہا ہو تو دو نقطے یکے بعد دیگرے ملا کر لکھ دینا اور ان حرفوں پر تشدید بھی لگا دینا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تنوین ان حروفوں میں مدغم ہوتی ہے اس لئے تم اس صورت میں نقطوں کو قریب قریب کر دینا اور تنوین کے بعد والے حرف کو مشدد لکھ دینا۔ پھر آپ نے نہایت سکون واطمینان سے پڑھنا شروع کیا اور کاتب اسی ہدایت کے موافق نقطے لگا تا رہا جب ایک جزو پورا ہو جاتا تو ابوالاسود اس پر نظر ثانی کرتے یہاں تک کہ اسی طرح پورے قرآن کے اعراب لگا دیئے اور سکون کو بلا علامت چھوڑ دیا۔لوگوں نے اس طریق اعراب کو اخذ کیا اور اس کو شکل وتشکیل کے نام سے موسوم کردیا۔ پھر ان نقطوں کے مختلف طریقے رائج ہوگئے بعض نے مربع اور بعض نے مدور شکل کو اختیار کرلیا۔

اس کے بعد لوگوں نے حرکات کے متعلق چند علامتیں اور زیادہ کیں حتیٰ کہ خلیل بن احمد فراهيدي نحوی ۱۷۰ھ نے ضبط حرکات کا یہ طریقہ جاری کیا جو اس وقت مروّج ہے کہ زبر حرف کے اوپر ایک لمبی سی شکل کا نام ہے اور زیر حرف کے لئے ایک ایسی ہی شکل حرف کے نیچے ہوتی ہے اور پیش کے لئے حرف کے اوپر چھوٹا سا واؤ ہوتا ہے اور تنوین کی صورت میں یہی شکلیں دو دو بار ہوتی ہیں اور جزم جیم کے سرے کی طرح ہے اور ہمزہ کی نشانی عین تبری (ع) کا سرا ہے (یعنی ء) اور اقلاب کی نشانی کے لئے باء سے پہلے نون ساکن اور تنوین پر چھوٹا سا میم بناتے ہیں (من بعد) اور تشدید والے حرف پر ملے جلے تین دندانے ہوتے ہیں جس کی اصل شد (تشدید والا ہوا) ہے پھر دال کو گرا کر شین کے دندانے باقی رکھ لئے۔ نیز خلیل نے روم اور اشمام کی علامت بھی ایجاد کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تنقیط (نقطے)

۴۰ھ سے کچھ عرصہ بعد تک لوگ عثمانی مصاحف سے صحیح طور پر پڑھتے رہے پھر عراق میں نقطوں کی غلطی بکثرت واقع ہونے لگی حجاج بن یوسف ثقفی (متوفی شوال ۹۵ھ) نے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں کاتبین مصاحف سے یہ مطالبہ کیا کہ جو حروف لکھائی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں (مثلاً د ذ، ر ز، س ش وغیرہ) ان کیلئے بھی علامتیں مقرر کر دیں حجاج نے نصر بن عاصم لیثي اور یحیٰی بن یعمر عدوانی کو بلایا (یہ دونوں حضرات ابوالاسود کے شاگرد ہیں) اور ان سے اس کام کو انجام دینے کے لئے کہا چونکہ بعض حضرات عثمانی مصاحف پر زیادتی کو ناپسند کرتے تھے اور بعض حضرات پہلی اصلاح (جو ابوالاسود نے کی تھی اس) کے قبول کرنے میں بھی توقف وخاموشی اختیار کرتے تھے اس لئے ان دونوں حضرات نے سوچ بچار اور فکر و تامل کی اجازت چاہی اور پھر یہ طے کیا کہ اصلاح ثانی (علامات نقط) میں بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ ان کے ذریعہ تلاوت میں سہولت اور تفہیم معنی میں آسان ہوگی اور قرآنی حروف کی اصل اور ان کے مادہ میں نہ تو کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کوئی تبدیلی۔

پس ان حضرات نے حروف مشتبہ الکتابت کی تمیز کے لئے ہر حرف کے نقطوں کی تعداد مقرر کر دی مثلاً ش کے لئے اس کے تین دندانوں کی مناسبت سے تین نقطے مقرر کئے وغیرہ وغیرہ اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آتا ہے جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں البتہ فاء اور قاف کے بارہ میں اہل مشرق ومغرب کا اختلاف ہے پس اہل مشرق تو فاء کے لئے ایک نقطہ اور قاف کے لئے دو نقطے اوپر لگاتے ہیں اور اہل مغرب فاء کے نیچے اور قاف کے اوپر صرف ایک ایک نقطہ لگاتے ہیں لیکن اس اصطلاح میں کوئی ضرر نہیں جب کہ التباس واختلاط سے امن واحتراز (بچاؤ) حاصل ہے۔ ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس میں یحیٰی بن یعمر نے نقطے لگائے تھے۔

③ تخمیس وتعشیر

(آیتوں کے پانچ پانچ اور دس دس ہونے کی نشانی) قتادہ تابعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آیتوں کے پانچ اور دس ہونے کی علامتیں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ بھی لگاتے تھے دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ شہروں میں تابعین رحمہم اللہ کے عہد سے ہمارے اس زمانہ تک نقطے اور حرکات لگانے کی اجازت دیتے چلے آئے ہیں جو قرآن اصل الاصول تھے ان میں بھی اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں بھی اور سورتوں کے شروع کی اور ان کی آیتوں کے شمار کی اور اسی طرح خموس واعشار کے موقعوں کی علامت لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ کام بھی سب سے پہلے نصر بن عاصم لیثي رحمہ اللہ نے کیا جو بصرہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔

④ اجزاء قرآن

(۳۰ پارے) قرآن پاک کے ختم کی مدت میں سلف صالحین کی عادت کم وبیش مختلف تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ عموما تین روز سے کم میں ختم کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ الفاظ وحروف صحیح طور پر ادا نہ ہوں چنانچہ حدیث میں ہے جس نے تین روز سے کم میں قرآن ختم کیا وہ قرآن کے مطالب سے بے خبر رہا۔ [ابوداؤد: ۱۳۹۰]

یہ حکم ظاہری معانی کے اعتبار سے ہے ورنہ دقائق واسرار کے لئے تو عمریں کی عمریں بھی ناکافی ہیں ایک جماعت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ظاہر حدیث کے موافق تین دن میں ختم کرنا ہمیشہ اپنا معمول بنا رکھا تھا اور ایک جماعت پورے ماہ میں ختم کرتی تھی جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا قرآن حکیم کو ہر مہینہ میں ختم کرو میں نے عرض کیا میرے میں زیادہ قوت ہے فرمایا کہ سات دن میں ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کر۔[ابوداؤد: ۱۳۹۰]

شائد اسی سے اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں تیس پاروں کی اصطلاح مقرر ہوئی جو سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآنی کلمات کے شمار کے موافق مساوی یا قریب بہ مساوی ہیں پس ان تیس پاروں کے شمار میں عام مہینوں کے دنوں کے شمار کی موافقت ہے پھر ہر پارہ کے چار حصے کئے گئے اسی لئے مروجہ نسخوں میں ربع (چوتھائی) نصف (آدھے) ثلث (تین ربع) کے حصے شمار حروف کے اعتبار سے درج ہیں۔

⑤ منازل فمی بشوق (سات منزلیں)

حذیفہ ثقفی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا آپ حضرات قرآن کی منزل کے حصے کو کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کے سات حصے کرتے ہیں:

1. تین سورتیں (بقرۃ سے نسآء تک)
2. پانچ سورتیں (مائدۃ سے براءۃ تک)
3. سات سورتیں (یونس سے نحل تک)
4. نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک)
5. گیارہ سورتیں (شعراء سے یٰسین تک)
6. تیرہ سورتیں (والصآفات سے حجرات تک)
7. مفصل سورتیں (ق سے آخر قرآن تک) [ابوداؤد، ۱۳۹۳: قال الالبانی: ضعیف]

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہفتہ میں ختم قرآن کی ترتیب ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کیلئے مقرر فرمائی تھی پھر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اسی ترتیب سے نماز تہجد میں پڑھتے تھے شاید منازل فمی بشوق (میرا منہ مبتلائے شوق قرآن ہے) انہی احادیث سے اخذ کر کے حجاج کے زمانہ میں مستقل اصطلاح بنا دی گئی ہو جو شب جمعہ کو شروع ہو کر شب جمعرات کو ختم ہوتیں ہیں، فمی بشوق کی فاء فاتحہ کی، میم مائدۃ کی، یاء یونس کی، باء بنی اسرائیل کی، شین شعرآء کی، واو والصّٰفّٰت کی اور قاف سورہ ق کی رمز ہے بعض حضرات نے دوسری منزل مائدہ کے بجائے نسآء بتائی ہے پس اب مجموعہ فنی بشوق ہوگا ان منازل میں کلمات و حروف کے بجائے سورتوں کے اخیر اور ان کی تمامیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

⑥ منازل أحزاب (سات منازل احزاب)

یہ ساتوں فایط عزو میں جمع ہیں فاء فاتحہ کی، ہمزہ انعام کا، یاء یونس کی، طاء طٰہٰ کی، عین عنکبوت کی، زاء زمر کی، واو واقعہ کی رمز ہے۔ یہ سات منازل جمعہ سے شروع ہو کر جمعرات تک ختم ہوتی ہیں حضرت عثمان، حضرت زید، حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا معمول یہی تھا اور اعراب تجزیہ تنقیط قرآن وغیرہ کی تمام خدمات خلفاء بنوامیہ کے عہد میں سرانجام ہوئی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ

ان منازل کے عمل میں جمعیت دارین کے متعلق عجیب وغریب تاثیر ہے (شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ) اور قبولیت دعا وقضاء حاجات میں بھی مؤثر ہیں۔(ابن عباس)

فائدہ

اہل مصر ومغرب قرآن کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو حزب کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو تقریباً نصف پارہ ہوتا ہے۔ پھر ہر حزب کے چار حصے بنالیتے ہیں، جن میں سے ہر ایک کو ربع حزب یا مقرءا کہتے ہیں۔

ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ آئمہ کے زمانہ میں قرآن کے اجزاء دوطرح بنائے جاتے تھے۔

① ایک سوبیس: جن میں سے ایک ایک جزو کا افراد روایات میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح ہر روایت چار ماہ کی مدت میں ختم کرتے تھے۔

② دوسو چالیس اجزاء جن میں سے ایک ایک جزو کا جمع الجموع میں خیال کیا جاتا تھا اور اس طرح آٹھ ماہ میں پورے قرآن کی جمع الجموع مکمل کرلیتے تھے۔[النشر:۲، باب إفراد القراء ات وجمعها]

⑦ علامات رکوع

یہ علامات بھی خموس واعشار کی طرح شارع علیہ السلام سے ثابت نہیں بلکہ ان کو مشائخ فقہاء اور علماء ما وراء النہر نے مقرر کیا ہے۔(ان کے تقرر کا زمانہ تقریباً تین سو (۳۰۰ھ) کا شروع ہے) جب ہمارے مشائخ حنفیہ بالخصوص مشائخ بخارہ نے یہ دیکھا کہ لوگوں نے تراویح کی مقدار قراءت کے اندازہ کیلئے تعاشیر (آیتوں کے دس دس ہونے کی نشانیاں) لگائی ہوئی ہیں اور وہ ہر دس آیتوں پر ایک رکعت کرتے ہیں اور اس طرح پورے مہینے میں سنت کے موافق ایک ختم کرتے ہیں (کیونکہ بیس تراویح یومیہ کے حساب سے پورے ماہ کی کل رکعتیں چھ سو بنتی ہیں اور آیتوں کا شمار چھ ہزار سے کچھ زائد ہے پس اس طرح ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے سے پورے مہینے میں ایک قرآن ختم ہوتا ہے) تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان علامتوں میں کوئی خاص حسنِ کامل فائدہ اور زیادہ نفع نہیں کیوں کہ ان میں مضامین ومعانی کا لحاظ قطعاً نہیں حتیٰ کہ بعض اوقات یہ نشانی ایسے موقع پر ہوتی ہے، جہاں رکعت کا ختم کرنا مناسب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ایک دو آیتوں کا ملانا ضروری ہوتا ہے تاکہ مضمون پورا ہو جائے۔ نیز ان علامتوں کی رعایت سے ختم قرآن آخری رات میں ہوتا ہے حالانکہ شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستائیسویں شب میں ختم کرنا زیادہ عمدہ ہے (کیوں کہ شب قدر کی زیادہ احادیث اسی رات کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کا التزام بدعت ہے) اس لئے ان حضرات نے رکوع کی علامتیں وضع کیں اور قرآن کے پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکوع مقرر کئے جن میں دو باتوں کی رعایت و پابندی رکھی۔

اول یہ کہ کوئی رکوع قراءت کی فرض مقدار سے کم نہ ہو چنانچہ کوئی رکوع بھی ایسا نہیں جو تین چھوٹی آیتوں یا ایک لمبی آیت سے کم ہو اور قرآن کی آخری چھوٹی چھوٹی سورتیں سب کی سب مستقل رکوع ہیں۔

دوم یہ کہ ہر رکوع ایک پورے مضمون پر مشتمل ہو جس میں کلمات کے شمار ومقدار کا لحاظ بھی ملحوظ ہو۔ ہاں اگر کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون کو رکوع سے کافی لمبا دیکھا تو اس کے دو یا اس سے زیادہ رکوع بنا دیئے اسی طرح اگر کسی مضمون کو رکوع سے کافی چھوٹا دیکھا تو اس کو پورے رکوع کے بجائے اس کا ایک جزو بنا دیا یہ بات تمام رکوعوں میں ملحوظ ہے۔

البتہ سورۃ واقعہ ع کے پہلے رکوع میں قدرے خدشہ ہے کیونکہ وہ لأصحب الیمین پر ختم ہوتا ہے حالانکہ مضمون اس کے بعد کی دو آیتوں کے ملانے سے پورا ہوتا ہے۔ اس کا حل یوں ہوسکتا ہے کہ چونکہ یہ رکوعات ائمہ فن سے منقول نہیں بلکہ اجتہادی وفقہی ہیں نیز ان کے مقامات اور شمار میں بھی اختلاف ہے چنانچہ متاخرین کے نزدیک کل رکوع پانچ سو اٹھاون (۵۵۸) ہیں اس لئے اس کا اتباع واجب نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ رکوع وثلة من الأخرین پر پورا ہوتا ہے اسی پر رکعت کا ختم کرنا مناسب ہے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ شروع میں تو بعض کم علم لوگوں نے اس کو مقرر کر دیا ہو لیکن پھر بعد والوں نے اسی کو معمول و لازم بنا لیا ہو۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس جگہ قصہ یا مضمون پورا ہوتا ہے یا جہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز میں رکوع کیا ہے وہاں یہ شکل (ع) لکھ دیتے ہیں جو رکع کا مخفف ہے لیکن یہ بعید ہے۔ علامت رکوع (ع) پر تین ہندسے لکھتے ہیں جن میں سے اوپر والا ہندسہ سورت کے رکوع کی اور نیچے والا پارہ کے رکوع کی اور درمیان والا آیتوں کی تعداد ظاہر کرتا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

[مبسوط شمس الأئمة سرخسي رحمہ اللہ (المتوفی ۴۹۰ھ یا ۵۰۰ھ): ۲/ ۱۴۶، قاضی خان (۵۹۲ھ): ۱/ ۲۱۷، ۲۱۸ برہامش، عالمگیریہ، عالمگیری: ۱، تیسیر البیان]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ